بِاسْمِ رَبِّ شُهَدَآء

ساباط و کربلا

ایک ہی مقصد کے دو نام

تحریر

پیغمبر نوگانوی

ادارۂ نشرِ افکارِ معصومینؑ نوگانواں سادات

IDARA-E-NASHR-E-AFKAR-E-MASOOMIN

Fakhar Pura, Naugawan Sadat-244251

(J.P. NAGAR) U.P. INDIA, Mob. 9411069874

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشخصات

نام کتاب ـــــــــــــ ساباط و کربلا ایک ہی مقصد کے دو نام

مولف ـــــــــــــ پیغمبر نوگانوی

کمپوزنگ ـــــــــــــ پیغمبر نوگانوی

ناشر ـــــــــــــ ادارۂ نشر افکارِ معصومینؑ نوگانواں سادات

تعداد ـــــــــــــ 1000

تاریخ اشاعت ـــــــــــــ پہلا ایڈیشن، بمناسبت شہادت امام حسنؑ ۲۸ صفر ۱۴۳۳ھ

INAM

ادارۂ نشرِ افکارِ معصومینؑ نوگانواں سادات

IDARA-E-NASHR-E-AFKAR-E-MASOOMIN

Fakhar Pura, Naugawan Sadat-244251

(J.P. NAGAR) U.P. INDIA, Mob. 9411069874

ساباط وکربلا عراق کے وہ تاریخی مقام ہیں جہاں پر رسول خداؐ کے معصوم فرزندوں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ نے مردانہ وار باطل کا مقابلہ کیا اور باطل کے چہرے سے ہمیشہ کے لئے اسلام کی نقاب اتارلی اور تدبر وحکمت، عقل وفراست اور اسلامی سیاست کی وہ مثال قائم کی جس سے باطل کبھی بھی اسلامی نقاب پہن کر اسلامی حکومت کو پائمال کرنے کی جرأت نہیں کرے گا، ساباط میں امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح فرما کر اسلامی اقدار کو بچایا تو کربلا میں امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے اعزأ واقرباء کی عظیم قربانی پیش کر کے ہمیشہ کے لئے دین کو مستکبرین و متکبرین کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچالیا، امام حسنؑ کی صلح کسی بھی طرح امام حسینؑ کی قربانی سے کم نہیں ہے.

امام حسنؑ نے 15 رمضان المبارک 3 ہجری کو اپنے وجود مبارک سے دنیا کو زینت بخشی ،آپ کے والد شیر خدا حضرت علی مرتضیٰؑ، والدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؑ، بھائی شہید کربلا حضرت امام حسینؑ و علمدار کربلا حضرت عباسؑ اور نانا شفیع محشر حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں، آپؑ بہت بہادر اور شجاع تھے، آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں اپنے بابا سے دادِ شجاعت حاصل کی تھی، آپؑ 21 رمضان 40 ہجری میں امام علیؑ کی شہادت کے بعد شرعی و قانونی خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، اور اس طرح آل محمدؐ کی دوسری بار لوگوں نے اپنی مرضی سے آزادانہ بیعت کی، امام حسنؑ نے اپنی حکومت کا آغاز اس فصیح و بلیغ خطبے سے فرمایا: **ہم حزب اللہ ہیں، ہم ہی غالب ہیں ،ہم عترت رسولؐ ہیں، ہم رسول کے اہل بیتؑ ہیں اور تمام گناہوں سے محفوظ و معصوم ہیں ......اور ہم ہی کو اللہ کے رسولؐ نے قرآن کا ہم پلہ اور عدیل قرار دیا ہے اور ہمیں قرآن کی تنزیل وتاویل**

کے علم سے مالا مال کیا ہے،قرآن کے بارے میں ہم جو کہتے ہیں یقین کے ساتھ کہتے ہیں اندازے سے قرآنی آیات کی تاویل نہیں کرتے،الہٰذا تم ہماری اطاعت کروکہ خدا کی طرف سے تم پر فرض کی گئی ہے ......(جلا العیون ،علامہ مجلسی ،صفحہ ۱۴۶،مطبوعہ تہران،۱۳۱۴ھ)امام حسنؑ کی بیعت بڑے ہی پرآشوب زمانہ میں ہوئی تھی ،حضرت علیؑ کے بعد سوئے ہوئے فتنے جاگ گئے تھے اور مملکت میں جال بچھانے کی سازش اپنے عروج پر تھی ،کوفہ میں اشعث ابن قیس ،عمروابن حریث ،شیث بن ربعی وغیرہ کھلم کھلا فساد وعناد کا مظاہرہ کررہے تھے تو دوسری جانب معاویہ کے شامی جاسوس مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کرکے افتراق کے بیج بورہے تھے،ادھر معاویہ نے اہل کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے ملاقاتیں کیں اور رشوتیں دے کر انہیں اپنا ہم نوا بنالیا اور اس کے بعد ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لئے معاویہ نے بھیج دیا،جس وقت امام حسنؑ کو یہ خبر ملی تو آپؑ نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ان کے سامنے خطبہ دیا جس میں معاویہ کی لشکر کشی کی خبر دی اور لوگوں کو راہِ خدا میں جہاد اور میدان کارزار میں ڈٹ جانے کی ترغیب دلائی اور اس راہ میں صبر وتحمل وفدا کاری کی تلقین کی اور پیش آنے والی مشکلات سے آگاہ کیا،امام حسنؑ کو لوگوں کی سستی کی وجہ سے یہ خوف تھا کہ کہیں دعوت جہاد کو قبول کرنے میں پس وپیش نہ کریں اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور حضرت کے اس جنگی خطبے کے ختم ہونے کے بعد سب لوگوں پر سکوت طاری تھا،یہ منظر اتنا افسوس ناک اور غم انگیز تھا کہ اس جلسہ میں موجود حضرت علیؑ کے ایک دلیر اور بہادر ساتھی ’’عدی بن حاتم‘‘ سے نہ رہا گیا،انہوں نے لوگوں کو ان کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے للکارا اور ان کو امام حسنؑ کے ہم رکاب ہونے کی دعوت دی اور اہل شام سے لڑنے پر آمادہ کیا ......اس سعی وکوشش کے بعد امام حسنؑ چند اصحاب کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوئے تاکہ دوسرے لوگوں میں جذبۂ جہاد بیدار ہوجائے اور کوفہ کے پاس ’’نُخَیلَه‘‘ میں اپنا کیمپ لگایا،آپؑ نے یہاں تازہ دم فوج کے انتظار میں دس روز قیام کیا لیکن صرف چار ہزار لوگ ہی حضرت کے پاس پہنچے، اس لئے امام حسنؑ نے کوفہ کا دوبارہ رخ کیا تاکہ مزید فوج اکٹھا کریں،فوج تو اکٹھا ہوگئی مگر اس

میں اتحاد اور جذبہ جہاد کی کمی تھی کیونکہ یہ فوج پانچ گروہوں پر مشتمل تھی:

- حضرت علیؑ کے مخلص شیعہ۔
- خوارج، جو ہر قیمت پر معاویہ سے جنگ کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے اور یہ لوگ امام حسنؑ کے لشکر میں فقط بغضِ معاویہ کی وجہ سے شامل ہوئے تھے، امامؑ کی محبت یا پیروی میں نہیں۔
- مفاد پرست، جن کا مقصد صرف مالِ غنیمت تھا۔
- وہ لوگ جو امام حسنؑ کی عظمت میں شک کرتے تھے اور دوغلی پالیسی رکھتے تھے اور امام حسنؑ کو معاویہ پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔
- وہ لوگ جو دین کی خاطر نہیں بلکہ خاندانی تعصب کی بناء پر رئیسِ قبیلہ کی پیروی کرتے ہوئے امام حسنؑ کے لشکر میں شامل ہوئے تھے کیونکہ اِن کے خاندانی حریف معاویہ کے لشکر میں تھے (جہاد حسینؑ، تالیف شیخ محمد مہدی شمس الدین، صفحہ ۱۳۹، ترجمہ محسن علی نجفی، دوسرا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ، ملنے کا پتہ نجفی ہاؤس ممبئی) ایسی فوج معاویہ کی 60 ہزار متحد فوج کے مقابلہ میں کیا کر سکتی تھی سوائے اس کے کہ شکست سے دوچار ہو، صرف امام علیؑ کے شیعہ تھے جو دل سے امام حسنؑ کی پیروی کر رہے تھے مگر یہ لوگ جنگ جمل وصفین اور نہروان کے تھکے ہوئے تھے اور اِن کی تعداد بھی لشکر شام کے مقابلہ بہت کم تھی، بقیہ چار گروہوں کی نظر میں حکمِ امامؑ کی کوئی اہمیت نہ تھی، لہٰذا یہ لوگ عین جنگ کے وقت معاویہ سے جا ملے تھے اور بعض غیر جانبدار ہو کر امامؑ سے علیحدہ ہوگئے تھے اور بعض زندگی کے طالب تھے کسی بھی صورت میں مرنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ جب امام حسنؑ نے اہلِ عراق کے سامنے مدائن میں دو راستے رکھے: **ایک یہ کہ اگر راہ خدا میں قتل ہونا چاہتے ہو تو اٹھ کھڑے ہوؤ اور شامیوں کو تلواروں سے جواب دو اور اگر عافیت و زندگی چاہتے ہو تو اعلان کردو تاکہ میں تمہاری درخواست کو قبول کرلوں،** امام کی تقریر جب یہاں تک پہنچی تو اِن لوگوں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں " اَلْبُقیه،"" اَلْبُقیه"، یعنی ہمیں زندگی چاہئے، ہمیں زندگی چاہئے...... یہ جواب اُن لوگوں کے سوال کے لئے بھی کافی ہے جو یہ پوچھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے جنگ کیوں

کی اور امام حسنؑ نے صلح کیوں فرمائی؟ امام حسینؑ کے ساتھیوں نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے کربلا میں امام حسینؑ سے کہا تھا کہ: **خدا کی قسم اگر ہمیں قتل کر دیا جائے، پھر زندہ کیا جائے پھر ہمیں قتل کیا جائے اور ہمارے جسموں کو راکھ بنا کر ہوا میں اڑا دیا جائے اور اس عمل کو 70 مرتبہ دہرایا جائے تب بھی آپؑ سے جدا نہیں ہوں گے تا وقتیکہ آپؑ کی راہ میں اپنی جان قربان نہ کر دیں**، کتنا فرق ہے دونوں کے ساتھیوں میں، امام حسنؑ کے ساتھی تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں زندگی چاہیئے ہم جنگ نہیں کریں گے اور امام حسینؑ کے ساتھی یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر 70 مرتبہ بھی قتل کیئے جائیں تب بھی آپؑ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے!......امام حسینؑ کے ساتھی کسی بھی قیمت پر امام حسینؑ پر آنچ نہیں آنے دینا چاہتے تھے چاہے ان کے گلے ہی کیوں نہ کٹ جائیں لیکن امام حسنؑ کے بعض فوجیوں نے معاویہ سے سازش کر لی تھی کہ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں گے یا شہید کر دیں گے، اس سازش سے آپؑ بخوبی واقف تھے، آپؑ فرماتے ہیں کہ: **"خدا کی قسم اگر میں معاویہ سے برسر پیکار ہوا تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر اسیروں کی طرح مجھے معاویہ کے حوالے کر دیں گے** (ترجمۃ الامام الحسنؑ، تالیف ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تحقیق الشیخ محمد باقر محمودی، ناشر المطبعۃ للطباعۃ والنشر، بیروت لبنان، پہلا ایڈیشن ۱۹۸۰ء) اگر آپؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیا جاتا تو دو حال سے خالی نہ تھا:

● یا تو آپؑ کو بے دردی اور چالاکی سے شہید کر دیا جاتا اور عوام کے سامنے معاویہ اپنے کو اس خون سے بری الذمہ قرار دیتا، جس سے خونِ امامؑ رائیگاں چلا جاتا۔

● یا آپؑ پر احسان کرتے ہوئے آپؑ کو شرط و شروط کے ساتھ آزاد کر دیا جاتا اور اس طرح بنی امیہ اپنے بزرگوں سے "طلقاء" کے دھبے کو دھونے کی کوشش کرتے اور اپنے اُن بزرگوں کا انتقام لے لیتے جن کو رسول خداؐ نے گرفتار کرانے کے بعد آزاد کر دیا تھا......اس کے علاوہ آپ کے کمانڈر تک آپ کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ سے جا ملے تھے امام حسنؑ نے 4 ہزار سپاہ کا کمانڈر "حَکَم" کو بنا کر شہر "انبار" کے لئے روانہ فرمایا، یہ کمانڈر معاویہ کے درہم و دینار کے لالچ اور جھوٹے

وعدوں میں آ گیا اور دوسو سپاہیوں سمیت معاویہ کے لشکر سے جا ملا، پھر امام حسنؑ نے قبیلۂ بنی مراد سے ایک شخص کو معین کیا، اسے بھی معاویہ نے 5 ہزار درہم میں خرید لیا (معصومینؑ کا تعارف، معصوم چہارم، تالیف سید آیت اللہی، صفحہ ۱۴، مطبوعہ قم) ''عُبید اللہ بن عباس'' آپؑ کے خاندانی اور عزیز تھے امام حسنؑ نے انہیں 12 ہزار سپاہ کا طلایہ دار مقرر کیا اور قیس بن سعد اور سعید بن قیس کو عبیداللہ کا نائب و معاون مقرر کیا اور عبیداللہ سے یہ تاکید فرمائی کہ جس مقام پر بھی لشکر شام سے سامنا ہو جائے اُسے وہیں روکے رکھنا اور آگے نہ بڑھنے دینا، عبیداللہ نے 12 ہزار سپاہ کے ساتھ حرکت کی اور ''مَسکِن'' کے مقام پر لشکر شام سے روبرو ہوئے اور کچھ ہی دیر بعد 1 کروڑ درہم میں معاویہ سے سودا طے ہو گیا اور اُسی رات عبیداللہ بن عباس 8 ہزار فوج کے ساتھ لشکرِ شام سے جا ملے ......(تاریخ یعقوبی، جلد۲، صفحہ ۳۵۵، تالیف احمد بن ابی یعقوب، ترجمہ مولانا اختر فتحپوری، ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی) غور و فکر کا مقام ہے! اگر 12 ہزار فوج سے 8 ہزار فوج غدّاری کر کے مدمقابل سے جا ملے تو بقیہ 4 ہزار کے حوصلے کس قدر پست ہوں گے؟! حکمِ امامؑ کے مطابق 4 ہزار لشکر کی کمان قیس بن سعد نے سنبھال لی اور اپنی ولولہ انگیز تقریروں کے ذریعہ لشکر کے حوصلے بلند کئے رہے، قیس بن سعد کا شمار امام حسنؑ کے بہترین جانباز وفاداروں اور فداکاروں اور حقیقی شیعوں میں ہوتا ہے، معاویہ نے قیس کو بھی خریدنے کی بھرپور کوشش کی اور ان کے لئے بھی 1 کروڑ درہم کی پیش کش کی، لیکن کامیابی نہ ملی (تاریخ یعقوبی، جلد۲، صفحہ ۳۵۵، تالیف احمد بن ابی یعقوب، ترجمہ مولانا اختر فتحپوری، ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی) یہاں ہمارے سامنے دو کردار ہیں ایک عبیداللہ بن عباس دوسرے قیس بن سعد، عبیداللہ ابن عباس امام حسنؑ کے عزیز اور قرابت دار تھے اس کے باوجود 1 کروڑ درہم رشوت لے کر 8 ہزار سپاہیوں سمیت معاویہ سے جا ملے لیکن قیس بن سعد سے امام حسنؑ کی کوئی قرابت نہیں تھی اس کے باوجود قیس بن سعد نے اطاعتِ امامؑ کی مثال قائم کر دی، ایسا اس لئے ہوا کہ عُبیداللہ ابن عباس کو معرفت امام نہیں تھی، اگر عبیداللہ ابن عباس کو معرفت امام ہوتی تو اطاعت امام میں بدن کے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیتے، پس

معلوم ہوا کہ اگر معرفت امام نہ ہوتو کوئی بھی نسبت ، رشتہ داری ،نعرے بازی ،قربت اور زبان سے محبت کا دعویٰ کام آنے والانہیں ہے اور نہ ہی ایسا دعویٰ گمراہی سے بچا سکتا ہے،ائمہ سے محبت کا فائدہ صرف اُن کی معرفت کے ساتھ ہے ، یہ بات عبیداللہ بن عباس کے کردار نے خوب واضح کردی اور جسے معرفت امام ہو جائے اسے بڑی بڑی سلطنتیں اور اُن کی رشوتیں ڈانواڈول نہیں کرسکتیں ، یہ بات قیس بن سعد کے کردار سے معلوم ہوگئی ،جس سلطنت نے جتنی رشوت عبیداللہ بن عباس کو دے کر انہیں راہ حق سے منحرف کردیا اتنی ہی رشوت اسی سلطنت نے قیس بن سعد کو دینا چاہی تھی لیکن قیس کو معرفت امام سے وہ شعور حاصل ہو چکا تھا جس سے بڑی بڑی حکومتیں اور ان کے زرو جواہر قیس کی نگاہ میں ہیچ تھے ،اس واقعہ سے ہمیں بھی درس لینا چاہیئے ،جس جس کتاب میں ائمہ علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے فضائل اور ثواب بیان ہوئے ہیں وہ سب معرفت امام کی شرط کے ساتھ ہیں...... بہرحال لشکر شام نے دوسرا حربہ اپنایا اور امام حسنؑ کے لشکر میں اپنے جاسوسوں سے یہ افواہ پھیلائی کہ قیس بن سعد بھی مع لشکر ،معاویہ سے جا ملے ہیں اور قیس کے لشکر میں یہ جھوٹی خبر پھیلا دی کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور اس مقصد کے لئے معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ ،عبداللہ بن عامر بن کریز اور عبدالرحمٰن بن الحکم کو حضرت امام حسنؑ کے پاس (فرضی ملاقات کرنے) کے لئے بھیجا اور وہ آپ کے پاس آئے ،آپؑ اس وقت مدائن میں اپنے خیمے میں تشریف فرما تھے پھر وہ (بغیر کچھ کہے) آپ کے پاس سے چلے گئے اور لوگوں کے سامنے کہنے لگے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کو) رسول اللہ کے بڑے بیٹے (امام حسنؑ) کے ذریعہ خوں ریزی سے بچالیا ہے اور آپ کے ذریعہ فتنہ کو ٹھنڈا کر دیا ہے اور آپ نے صلح قبول کرلی ہے ، پھر کیا تھا اس افواہ کے نشر ہوتے ہی امامؑ کی فوج میں افراتفری مچ گئی اور لوگوں نے ان باتوں پر یقین کرلیا اور ان چار گروہوں نے جنہیں معرفت امام نہ تھی اور امام کے لشکر میں مختلف مذکورہ وجوہات کی بناء پر شامل ہوگئے تھے بغیر تحقیق کئے حضرت امام حسنؑ پر حملہ کر دیا اور ان کے خیموں کو سامان سمیت لوٹ لیا اور امام حسنؑ کے خلاف بغاوت کر دی (شرح نہج

البلاغہ، شارح سنی عالم ابن ابی الحدید، جلد۴، صفحہ۷۰۲، ناشر منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، لبنان ۱۹۸۳و تاریخ یعقوبی، جلد۲، صفحہ ۳۵۵، تالیف احمد بن ابی یعقوب، ترجمہ مولانا اختر فتحپوری، ناشر نفیس اکیڈمی، کراچی) ان تمام حالات کے پیشِ نظر مصلحت کا تقاضہ یہی تھا کہ امام حسنؑ معاویہ کے صلح کے پیغام کو قبول کرلیں......خود امام حسنؑ نے اِس صلح کی وجہ اس طرح بیان فرمائی ہے کہ: "**میں نے حکومت و زمام داری کو اس لئے معاویہ کے حوالے کردیا کہ میرے پاس معاویہ جیسی (اطاعت گزار) فوج نہیں تھی اور اگر ہوتی تو حکم خدا کے مطابق معاویہ سے رات دن فیصلہ کن جنگ کرتا، میں کوفیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، ان کو بارہا آزمایہ ہے یہ ایسے فاسد لوگ ہیں جن کی اصلاح نہیں ہوسکتی، یہ لوگ نہ تو باوفا ہیں اور نہ عہد و پیمان کے پابند، ظاہراً میری اطاعت کا اظہار کرتے ہیں اور عملی طور پر معاویہ کے ساتھ ہیں**" (بحارالانوار، جلد۴۴، تالیف علامہ مجلسی، ناشر کتاب فروشی اسلامیہ، تہران)......اسلام میں صرف جنگ و جہاد ہی کا قانون نہیں ہے بلکہ جس طرح اسلام نے مخصوص حالات میں دشمن سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح اگر جنگ سے اعلیٰ مقاصد تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو صلح کے ذریعہ ان کو حاصل کرنا چاہئے، ہمارے سامنے رسول اللہ کی سیرت ہے کہ آپؐ نے بدر و احد جیسی جنگیں بھی کیں اور حدیبیہ کے مقام پر صلح بھی فرمائی (تاریخ یعقوبی، جلد۲، صفحہ۴۰، ناشر مطبعۃ الغریٰ، نجف اشرف، عراق، ۱۳۵۸ھ) امام حسنؑ کی حُسنِ تدبیر اور عقل و فراست کا اندازہ اس صلح نامہ کی شرطوں سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ آپؑ نے بغیر کسی جنگ کے اپنے بلند مقاصد تک پہنچنے کا کیسا بہترین انتظام کیا تھا، اگر معاویہ آپؑ کی تمام شرطوں پر عمل کرلیتا تو آپؑ کے وہ تمام مقاصد پورے ہوجاتے جو جنگ کے ذریعہ ہوتے، صلح کے شرائط کچھ اس طرح ہیں جو امام حسنؑ نے معین کئے تھے:

- حکومت اس شرط کے ساتھ معاویہ کے حوالے کی جاتی ہے کہ معاویہ کتابِ خدا اور سنتِ پیغمبرؐ اور نیک خلفاء کی سیرت پر عمل کرے گا۔
- معاویہ کے بعد (امام) حسنؑ خلیفہ ہوں گے اور اگر (امام) حسنؑ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو

(امام) حسینؑ خلیفہ ہوں گے.

- معاویہ نماز میں حضرت علیؑ پر سبّ وشتم نہیں کرے گا اور برا نہیں کہے گا بلکہ نیکی سے یاد کرے گا.
- سبھی لوگ جہاں بھی آباد ہیں امان میں رہیں گے، معاویہ ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرے گا اور کسی سے بھی گزشتہ خطاؤں پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا ، اصحاب علیؑ جہاں بھی ہوں امن وامان میں رہیں ،شیعیان علیؑ کو نہ ستایا جائے اور علیؑ کے ساتھی اپنے مال اور عیال کی طرف سے بے فکر رہیں کوئی بھی ان کا تعاقب نہیں کرے گا......(امام) حسنؑ اور (امام) حسینؑ و دیگر اہل بیتؑ کی جان کے درپے ہونے کے لئے کھلم کھلا یا خفیہ طور پر کوئی سازش نہ کی جائے گی......
- کوفہ کے بیت المال میں جو پچاس لاکھ درہم ہیں وہ مستثنیٰ ہوں گے اور حکومت معاویہ کو نہیں دیئے جائیں گے،اس کے علاوہ معاویہ سالانہ 20 لاکھ درہم امام حسینؑ کے لئے بھیجے گا ، ہدیہ دینے اور بخشش کرنے میں بنی ہاشم کو بنی امیہ پر مقدم رکھے گا اور 10 لاکھ درہم جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی ہمراہی میں شہید ہونے والوں کے پسماندگان کے درمیان تقسیم کرے گا جو کہ قدیم فارس کے ایک علاقہ ''دارابجرد'' کے خراج کی آمدنی سے ادا کرنے ہوں گے.

اس کے بعد عبداللہ بن عامر (معاویہ کے نمائندے) نے مذکورہ شرائط کو معاویہ کے پاس بھیج دیا، معاویہ نے ان تمام شرطوں کو ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے لکھا اور دستخط کر کے اپنی مہر لگائی اس پر بہت سخت عہد و پیمان اور قسموں کا اضافہ کیا اور شام کے تمام رؤسا و بزرگوں کو گواہ کر کے اس دستاویز کو اپنے نمائندے عبداللہ بن عامر کے پاس واپس بھیج دیا، عبداللہ بن عامر نے اس کاغذ کو امام حسنؑ کی خدمت میں پیش کر دیا (صلح حسنؑ ،صفحہ ۳۵۸ ،تالیف شیخ راضی آل یاسین ،ترجمہ آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای ، ناشر موسسات انتشارات آسیا، ایران) امام حسنؑ کے ذریعہ معاویہ سے لئے گئے عہد و پیمان کا خلاصہ پانچ احکام میں ہوتا ہے:

- قانون کی حفاظت.
- میراث کے ذریعہ زمام داری کی نفی.

● آزادی کا احترام۔

● حق طلب لوگوں کا تحفظ (تاریخ اسلام ۲، سیرت امیرالمومنینؑ و معصومینؑ، مولف اہل قلم کی ایک جماعت، ترجمہ و تصحیح نثار احمد زین پوری، ناشر انصاریان پبلیکیشنز، قم)۔

● اقتصادی اصلاح۔

□ پہلی شق میں امام حسنؑ قانون کی قدر و قیمت پر زور دیتے ہیں کہ زمام دار کے لئے ضروری ہے قانون کو نافذ کرے اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ قانون ہیں اور روشِ خلفاء سے کنایتاً روشِ علیؑ مراد ہے جو اجراء قانون کا بہترین نمونہ ہے، اگر معاویہ قرآن و سنت رسول پر گامزن ہوتا اور حکومت اسلامی سے دین دار افراد کو بے دخل نہ کرتا تو امام حسنؑ یہ شرط نہ رکھتے لہٰذا اگر معاویہ اس پہلی شرط پر عمل کر لیتا تو امام حسنؑ کا یہ مقصد کسی حد تک پورا ہو جاتا، لیکن معاویہ نے اس پر عمل نہ کیا تو دنیا کو معلوم ہو گیا کہ معاویہ اسلامی حکومت کا اہل نہیں تھا۔

□ دوسری شق میں زمام دار کے انتخاب کا معیار بیان کیا ہے یعنی زمام دار کے لئے ضروری ہے کہ اُس میں علم و تقویٰ کے ساتھ شجاعت بھی پائی جائے، اور یہ وہ معیار ہے جسے خداوند عالم نے قرآن مجید کے سورۂ بقرہ کی ۲۴۷ ویں آیت میں واضح طور پر بیان فرما دیا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ:

"ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو حاکم مقرر کیا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح حکومت کریں گے ان کے پاس تو مال کی فراوانی نہیں ہے ان سے زیادہ تو ہم ہی حقدار حکومت ہیں، نبی نے جواب دیا کہ انہیں اللہ نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے اور علم و جسم میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دے دیتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی" اسلام نے کلی طور پر میراث کے ذریعہ زمام داری کی نفی کی ہے یعنی کوئی بھی زمام دار میراث کے طور پر حکومت کو اپنی اولاد میں منتقل نہیں کر سکتا، اس شق کے ذریعہ حضرت امام حسنؑ نے قیامت تک کے لئے معیار مقرر فرما دیا اور یہ شق معاویہ کے علاوہ ایسے سبھی لوگوں پر لاگو ہوگی جو زمامداری کو میراث کے ذریعہ اپنی اولاد میں منتقل کرنے کے قائل ہیں، اسی کے ساتھ یہ

شق مسجد میں نماز جماعت اور نماز جمعہ کی امامت اور دینی اداروں کی سربراہی پر بھی لاگو ہوگی، یعنی کوئی بھی امام جماعت وجمعہ یا دینی ادارے کا سربراہ اپنے بعد اپنے نااہل بیٹے کو نامزد نہیں کرسکتا، اِس دوسری شق کے ذریعہ امام حسنؑ معاویہ سے یہ عہد لینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے بعد کسی کو زمام دار معین نہیں کرے گا، کسی سے مراد یزید ہے، امام حسنؑ معاویہ کے ایسے تمام راستے بند کردینا چاہتے تھے جس سے کل وہ اپنے بیٹے یزید کو مسند خلافت پر نہ بٹھا سکے اور اپنے بعد حکومت کی زمام اس کے اختیار میں نہ دے سکے، امام حسنؑ نے اس دوسری شرط میں اُن لوگوں اور خود معاویہ کے اس دعوے کو مسترد کردیا جس میں وہ اپنے کو خلیفۂ رسول کہلواتا تھا، اس شرط میں امام حسنؑ نے حکومت اسلامی کو حدیث رسولؐ کے مطابق بارہ اماموں سے مخصوص کیا ہے، چونکہ معاویہ نے اس شرط کی مخالفت کرتے ہوئے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا، لہٰذا یزید کا حکومت اسلامی پر قبضہ سو فی صد ناجائز اور غیر قانونی تھا جس سے یزید کو برطرف کرنا تمام مسلمانوں کا فریضہ تھا۔

□ تیسری شق میں امام حسنؑ سبھی کی آزادی کا دفاع کرتے ہوئے معاویہ سے یہ عہد لیتے ہیں کہ اُس کی حکومت میں سبھی لوگ اپنے امور میں آزاد رہیں گے اور سب کا تحفظ کیا جائے گا اور کسی کو بُرا بھلا نہ کہا جائے گا، امام حسنؑ اس شق کے ذریعہ اسلام میں جمہوریت کی اہمیت وافادیت کو بیان فرمارہے ہیں، یہ شق امام زمانہؑ کے ظہور تک اسلامی حکومتوں کے سربراہوں کو غور وفکر کی دعوت دیتی رہے گی، اگر امام حسنؑ معاویہ سے جنگ کرتے تو کامیابی کی صورت میں معاویہ کی اس بدعت کا ضرور خاتمہ کرتے جس کی رو سے معاویہ برسرعام منبروں سے حضرت علیؑ کو ناسزا کہتا اور سب شتم کیا کرتا تھا، لیکن امام حسنؑ نے اس مقصد تک بغیر جنگ کے پہنچنے کی کوشش کی اگرچہ معاویہ نے اس تیسری شرط پر بھی عمل نہیں کیا۔

□ چوتھی شق میں حق طلب وحریت پسند لوگوں کی جان وعزت سے بحث ہے یہ لوگ حضرت علیؑ کا اتباع کرنے والے تھے، آپ کے مکتب سے انہوں نے آزادی اور آزادی مانگنے کا درس لیا تھا، امام حسنؑ معاویہ سے یہ عہد لینا چاہتے ہیں کہ پیروانِ علیؑ جہاں بھی ہیں ان کی عزت وآبرو کو محفوظ

رکھا جائے گا، چوتھی شرط کے ذریعہ امام حسنؑ نے معاویہ کو سیاسی قتل و غارت گری سے روکتے ہوئے جمہوریت کا درس دیا ہے اگر چہ معاویہ نے اس شرط پر بھی عمل نہیں کیا۔

□ پانچویں شق میں زمام دار کے لئے بیت المال کو خورد برد نہ کرنے کی تاکید ہے، آپ اس شق کے ذریعہ معاویہ کو بیت المال کی عادلانہ تقسیم پر پابند کر رہے ہیں، اس شق کے ذریعہ امام حسنؑ بیت المال کو صرف اسلام و مسلمانوں کے امور پر خرچ کرنے کا عہد لے رہے ہیں، اور اپنی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے بیت المال کے سیاسی استعمال پر پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں، پانچویں شرط میں امام حسنؑ نے معاویہ کو ظلم و ستم سے باز رکھنے اور اسلامی جمہوری حکومت کو ملوکیت سے تبدیل کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر معاویہ نے اس شرط کو بھی پورا نہیں کیا۔

امام حسنؑ نے اس صلح سے معاویہ کو عہد شکن، مکار، دغا باز، کینہ توز اور انتقام جو ثابت کر دیا جو جنگ کی صورت میں ممکن نہ تھا......جن لوگوں کو معرفت امام نہیں ہے ان کے خیال میں امام حسنؑ کو معاویہ کے ساتھ جنگ ہی کرنی چاہئے تھی، ایسے لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے جو کچھ کیا وہ ایک ذلت آمیز شکست تھی جس کے نتیجے میں معاویہ آسانی سے اقتدار پر قابض ہو گیا......شیخ محمد مہدی شمس الدین اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''جہاد حسینؑ'' میں صفحہ ۱۴۱ پر تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسنؑ کے پاس نہ فکر و تدبر کی کمی تھی اور نہ آپؑ جاہ طلب تھے اور نہ کسی قبیلے کے سردار کہ وہ قبیلے کی محدود سوچ سے کام لیتے بلکہ آپ ایک نظریئے اور طرز فکر کے داعی اور ایک الٰہی و ابدی مشن کے حامل تھے، لہٰذا انہی بنیادوں پر امامؑ کو قدم اٹھانا تھا اور جو موقف آپؑ نے اختیار کیا وہ اپنے مقاصد کے مطابق تھا اگر چہ یہ موقف خود امام کے لئے بھی بار گراں تھا اور ان حالات میں تین صورتوں میں سے کوئی بھی ایک صورت اختیار کرنا ناگزیر تھی:

- ان نامساعد حالات کے باوجود اور نتائج سے چشم پوشی کرتے ہوئے معاویہ کے ساتھ جنگ کی جائے۔
- حکومت، معاویہ کے حوالے کردی جائے اور خود گوشہ نشین ہو جائیں اور اپنے مقاصد کو چھوڑ کر

صرف ذاتی مفاد پر اکتفا کر لی جائے۔

● ان نا مساعد حالات کے پیش نظر وقتی طور پر مسلح جدو جہد ترک کر دی جائے اور نہ صرف یہ کہ حالات پر نظر رکھی جائے بلکہ اس جدو جہد کو کوئی دوسرا میدان فراہم کرنے کے لئے حالات کا رخ اپنے بلند مقاصد کے مفاد کی طرف موڑ دیا جائے......

□ امام حسنؑ اپنی عظیم ذمہ داریوں کی وجہ سے پہلی صورت کا انتخاب نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ اگر ان نا مساعد حالات میں معاویہ سے جنگ لڑتے تو اپنے یاور و انصار سے محروم ہو جاتے جن کی آپ کو شدید ضرورت تھی اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس صورت میں امام حسنؑ جہاد اور استقامت کی ایک عظیم مثال قائم کر دیتے، مگر پھر بھی ایسے قیام کا نتیجہ عالم اسلام کے لئے یقیناً مفید نہ رہتا۔

□ حضرت امام حسنؑ کے لئے دوسری صورت اختیار کرنا بھی ممکن نہ تھا کیونکہ امام معصومؑ سے بعید ہے کہ وہ ہر چیز سے ہاتھ اٹھا کر، قوم کی رہنمائی اور اجتماعی امور میں دلچسپی لینے کو ترک کر کے عیش و آرام کی زندگی گزاریں کیونکہ یہ بات خداوند عالم سے کئے گئے عہد و پیمان کے خلاف ہے، حضرت علیؑ نے اس عہد و پیمان کی طرف نہج البلاغہ میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے: **''قسم ہے خدائے پاک کی......اگر خداوند تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہوتا کہ ظالموں کی شکم سیری اور مظلومین کی فاقہ کشی پر وہ خاموش نہ رہیں تو میں خلافت کے شتر کی مہار کو اس کی کمر پر پھینک دیتا......**

(نہج البلاغہ، خطبہ ۹۰، صفحہ ۲۹۰، ترجمہ و حواشی مولانا مفتی جعفر حسین، ناشر امامیہ پبلیکیشنز، پاکستان)۔

□ تیسری صورت ہی ایسا راستہ تھا جسے امام حسنؑ اختیار کر سکتے تھے اور وہ یہ کہ وقتی طور پر معاویہ کے ساتھ جنگ بندی قبول کر لی جائے تا کہ معاشرے کو انقلاب کے لئے آمادہ کیا جا سکے اور اگر ہم یہ خیال کریں کہ امام حسنؑ نے اپنے آپ کو زحمتوں اور تکلیفوں سے بچانے کے لئے صلح کا راستہ اختیار کیا ہے تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہوگی، حضرت امام حسنؑ نے عیش و آرام کے لئے صلح نہیں کی تھی بلکہ اس لئے صلح فرمائی تھی کہ نئے سرے سے جہاد شروع کیا جائے البتہ کسی اور مقام پر ......اُسی دوسرے مقام کا نام کربلا ہے یہ الگ بات ہے کہ یہ جہاد آپؑ کے بجائے آپؑ کے بھائی

امام حسینؑ نے انجام دیا،لیکن امام حسینؑ کے ساتھیوں کا کربلا میں یہ جملہ دہرانا کہ: **''اگر ہمیں 70 مرتبہ قتل کر کے دوبارہ زندہ کیا جائے تب بھی ہم آپؑ (امام حسینؑ) کا ساتھ نہ چھوڑیں گے''** امام حسنؑ کا صلح کے بعد لوگوں میں فکری انقلاب پیدا کرنے کے باعث ہی ہوسکا تھا ، کیونکہ جب معاویہ نے امام حسنؑ سے صلح کے ذریعہ کئے گئے عہد و پیمان کو نماز جمعہ میں توڑنے کا اس طرح اعلان کیا کہ: **''اہل عراق! میں نے نماز اور حج و زکوٰۃ ادا کرنے یا کرانے (یعنی احکام شریعت کے نفاذ) کے لئے تم سے جنگ نہیں کی ہے...... بلکہ تم سے میری جنگ فقط حکومت کے لئے تھی اور خدا نے مجھے میرے اس مقصد میں کامیاب کر دیا اس کے باوجود کہ تم ایسا نہیں چاہتے تھے، آگاہ ہو جاؤ صلح نامہ کی تمام شرطیں جو حسنؑ بن علیؑ سے کی ہیں میرے پیروں کے نیچے ہیں''** (صلح حسنؑ، صفحہ ۱۰۸) امام حسنؑ نے تاحیات جب بھی معاویہ کی طرف سے صلح نامہ کی کسی شرط بالخصوص یزید کو ولیعہد نہ کرنے کے عہد کو نظر انداز کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً عوام کے سامنے تقریریں کر کے صلح نامہ کی شرطیں یاد دلائیں اور کربلا کے قیام کا زمینہ فراہم کیا، اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ **''ساباط'' اور ''کربلا'' ایک ہی مقصد کے دو نام ہیں''** اور اس مقصد میں معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کما حقہ نفاذ، ظلم و زیادتی اور ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے کا حوصلہ، حکومت اسلامی کی حفاظت، حکومت اسلامی کے غیر ذمہ دار اور بدکردار حکمرانوں کو اسلامی نقاب نہ پہننے دینا، حق کی حمایت میں آواز بلند کرنا وغیرہ بھی شامل ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا

حسنؑ اور حسینؑ دونوں امام ہیں (چاہے یہ) جنگ کریں یا صلح کریں

(بحار الانوار، جلد ۴۳، صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ تہران)

مذکورہ حدیث میں جنگ اور صلح کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی دونوں امام صلح بھی کر سکتے ہیں اور جنگ بھی کر سکتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کے زمانے میں امام حسنؑ جیسے حالات ہوتے تو آپ بھی اسی طرح صلح فرماتے جیسی امام حسنؑ نے کی اور اگر امام حسنؑ کے زمانے میں یہ حالات پیدا ہو جاتے جو امام حسینؑ کے زمانے میں ہوگئے تھے تو امام حسنؑ بھی کربلا میں شجاعت کی مثال قائم کر دیتے اور ایسی ہی جنگ کرتے جیسی روز عاشور امام حسینؑ نے کی تھی

”...... ہمارے سامنے دو کردار ہیں ایک عبیداللہ بن عباس دوسرے قیس بن سعد ،عبیداللہ ابن عباس امام حسنؑ کے عزیز اور قرابت دار تھے اس کے باوجود 1 کروڑ درہم رشوت لے کر 8 ہزار سپاہیوں سمیت معاویہ سے جا ملے لیکن قیس بن سعد سے امام حسنؑ کی کوئی قرابت نہیں تھی اس کے باوجود قیس بن سعد نے اطاعت امامؑ کی مثال قائم کر دی، ایسا اس لئے ہوا کہ عُبیداللہ ابن عباس کو معرفت امام نہیں تھی، اگر عبیداللہ ابن عباس کو معرفت امام ہوتی تو اطاعت امام میں بدن کے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیتے ،پس معلوم ہوا کہ اگر معرفت امام نہ ہو تو کوئی بھی نسبت ،رشتہ داری ،نعرے بازی ،قربت اور زبان سے محبت کا دعویٰ کام آنے والا نہیں ہے اور نہ ہی ایسا دعویٰ گمراہی سے بچا سکتا ہے، ائمہ سے محبت کا فائدہ صرف اُن کی معرفت کے ساتھ ہے ،یہ بات عبیداللہ بن عباس کے کردار نے خوب واضح کر دی اور جسے معرفت امام ہو جائے اسے بڑی بڑی سلطنتیں اور اُن کی رشوتیں ڈانواڈول نہیں کر سکتیں، یہ بات قیس بن سعد کے کردار سے معلوم ہو گئی ،جس سلطنت نے جتنی رشوت عبیداللہ بن عباس کو دے کر انہیں راہ حق سے منحرف کر دیا اتنی ہی رشوت اسی سلطنت نے قیس بن سعد کو دینا چاہی تھی لیکن قیس کو معرفت امام سے وہ شعور حاصل ہو چکا تھا جس سے بڑی بڑی حکومتیں اور ان کے زر و جواہر قیس کی نگاہ میں ہیچ تھے، اس واقعہ سے ہمیں بھی درس لینا چاہیے ،جس جس کتاب میں ائمہ علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے فضائل اور ثواب بیان ہوئے ہیں وہ سب معرفت امام کی شرط کے ساتھ ہیں......“